اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اجابة السائلين عن عقائد المسلمين (اردو ترجمہ)

مؤلف: محمد اویس رضا قادری

جامعۃ المدینہ گوجرہ

درود شریف کی فضیلت:

حضرتِ سیِّدُنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عَرض کی کہ میں (سارے وِرد، وظیفے چھوڑ دوں گا اور) اپنا سارا وقت دُرُود خوانی میں صرف کروں گا۔ تو سرکارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری فکریں دور کرنے کے لئے کافی ہو گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال ۱: کیا قائل کا یہ قول کہ "اگر نبی ﷺ نہ ہوتے تو نہ دنیا کو پیدا کیا جاتا اور نہ جنت کو اور نہ ہی آسمانوں کو پیدا کیا جاتا" درست ہے اور یہ بات دین کے اصول وبنیادوں کے ساتھ ٹکراتی تو نہیں؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ قول صحیح اور سچا ہے، اور یہ متعدد احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ دَیلمی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے جو اس بات کی تائید کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جبریل میرے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ پاک فرماتا ہے: اے محمد ﷺ! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو نہ پیدا کرتا، اور اگر آپ نہ ہوتے تو دوزخ کو نہ پیدا کرتا۔" پس مذکورہ قول جس کے بارے میں سوال کیا گیا، وہ دین کے اصولوں کے خلاف نہیں ہے۔

سوال ۲: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے یا بشر تھے؟

جواب: نبی کریم ﷺ ظاہری طور پر بشر ہیں، جیسا کہ قرآن میں بتایا گیا ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ (الکھف: 110)

ترجمہ: "آپ ارشاد فرما دیجیے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں، البتہ مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

اور ایسے ہی آپ ﷺ پر نور ہونے کا اطلاق بھی کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدہ: 15)

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آگئی۔

مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں "نور" سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی۔

امام طبری، امام رازی، بیضاوی، جلالین، خازن، نسفی، صاوی اور دیگر معتبر کتبِ تفسیر میں یہ بات موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو "نور" کہا گیا ہے۔ اور اس میں بشریت اور نورانیت کے درمیان کوئی تضاد نہیں، جیسا کہ علماء نے بیان کیا ہے۔

سوال ۳: کیا نبی ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور ان کی اس حیات کا ہماری دنیوی زندگی پر کیا اثر ہے؟

جواب : وفات کے بعد انبیاء کرام کی حیات حق اور صحیح ہے جو کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَ لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ

(سورہ آل عمران : 169)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

یہ آیت موافقت کے مفہوم کے تحت وفات کے بعد تمام انبیاء کی زندگی پر دلالت کرتی ہے' کیونکہ انبیاء شہداء سے زیادہ اس مرتبے کے مستحق ہیں۔ اور یہ آیت اپنے الفاظ کے عموم سے ہمارے نبی ﷺ کی زندگی پر بھی دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے نبوت اور شہادت دونوں کو جمع فرمادیا ہے' امام سیوطی فرماتے ہیں : "کسی نبی کو پیدا نہیں کیا گیا مگر یہ کہ اللہ نے نبوت کے وصف کے ساتھ شہادت کا وصف بھی جمع کر دیا۔

اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث :

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شبِ معراج نبی کریم ﷺ کا گزر موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے ہوا اور حضور ﷺ نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

ابو داود اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا : "بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

پس نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں اپنی روح اور جسم کے ساتھ ایک حقیقی زندگی بسر فرمارہے ہیں۔ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں' اور جو کوئی آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے آپ اس کا جواب دیتے ہیں' اپنی امت کے لیے شفاعت فرماتے ہیں' ان کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں' جیسا کہ صادق و مصدوق نے (یعنی نبی کریم ﷺ) نے خود اس کی خبر دی ہے۔ اور انبیاء کی حیات کو ثابت کرنے والے علماء اور سلف کے اقوال بہت زیادہ ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔

سوال ۴ : کیا واقعی بعدِ وفات نبی کریم ﷺ کی حالتِ بیداری میں زیارت ممکن ہے؟ اور اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: جی ہاں! نبی کریم ﷺ حالتِ بیداری میں زیارت بعدِ وفات بالکل ممکن ہے، بلکہ بعض صالحین کو اس کا بار بار مشاہدہ ہوا ہے، اور کوئی عقلی یا شرعی دلیل ایسی نہیں کہ جو اس سے منع کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب وہ مجھے حالتِ بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

سوال ۵: امتِ اسلامیہ محفلِ میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کرتی ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، تو اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: شروع سے اہلِ اسلام کے شہروں اور دیہاتوں میں رہنے والے میلادِ نبی ﷺ کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کی اصل قرآن، سنت، "علماء کے اقوال اور عمل سے ثابت ہے۔

اور اگر میلاد شریف کی شرع میں اصل نہ ہوتی تو شریعت کا اس کے منع سے سکوت میلاد کے جواز کے لیے کافی ہوتا۔

اور مختلف زمانوں میں مختلف صورتوں میں محفلِ میلاد ہوتی رہی ہے یا تو روزہ رکھ کر یا لونڈی آزاد کر کے یا کھانا کِھلا کر یا ذکرُ اللہ کے اجتماع کے ساتھ یا تو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے ساتھ یا نبی کریم ﷺ کے اوصافِ حمیدہ سنا کر یا تلاوتِ قرآن کر کے۔

پہلے زمانوں کی محافل کا موجودہ ھیئت پر نہ ہونا محافل منعقد کرنے سے منع نہیں کرتا کیونکہ وہ شرع میں ثابت ہے جیسا کہ قرآن پاک جو ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے یہ بھی قرونِ اولیٰ (پہلے زمانوں) میں اس ھیئت پر نہیں تھا "اعراب، رموز، نقوش، پارے، رکوعات، آیات کی تعداد" یہ سب پہلے نہیں تھے۔

اور بعض علماء نے جو محافلِ میلاد کا انکار کیا ہے انہوں نے اسکی اصل کا انکار نہیں کیا بلکہ انہوں نے سنا اور مشاہدہ کیا بعض غلط اور فضول چیزوں کا، عورتوں کا مردوں میں مل جانا وغیرہ تو ہم بھی ایسے ہی ان محافل کے منکر ہیں جن میں غلط چیزیں شامل ہوں. برابر ہے کہ وہ میلاد کی محفل ہو یا کوئی اور (ہم اس کا انکار ہی کریں گے)۔

سوال ٦: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ ترجمہ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے۔ (سورہ النساء: 64)" کا حکم قیامت تک باقی ہے یا نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد منسوخ ہو چکا ہے؟

جواب: کوئی شک نہیں کہ اس آیت کا حکم قیامت تک باقی ہے۔اور کیوں نہ ہو کہ نبی کریم ﷺ دونوں جہانوں میں مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے بڑا وسیلہ ہیں' کیونکہ وہ محض رحمت ہیں۔ اس بات پر یہ آیت مطلق ہے اور اس آیت کے لیے کوئی نص یا عقلی دلیل نہیں اور نہ ہی کوئی اس میں کوئی ایسا معنی ہے جو اس کو حیاۃِ نبی ﷺ کے ساتھ خاص کرے۔ پس اس کا حکم قیامت تک باقی ہے۔اور جو اس آیت کو رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ساتھ خاص کرے اس پر دلیل لانا ضروری ہے۔ کیونکہ اطلاق اصل ہے اور اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں' جبکہ تقیید کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور اس آیت سے فقہاء کی کثیر تعداد نے نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیادت مستحب ہونے پر دلیل لی ہے۔

امام غزالی "احیاء العلوم" میں ذکر فرماتے ہیں: امیر المؤمنین ابو جعفر منصور نے امام مالک سے سوال کیا: "کیا میں قبلہ رخ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف رخ کر کے؟" تو امام مالک نے فرمایا: "تو کیوں اپنا رخ رسول اللہ ﷺ سے پھیرتا ہے؟ حالانکہ وہ تمہارا اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف' لہٰذا تم ان (نبی کریم ﷺ) کی طرف رخ کرو اور ان کے وسیلے سے شفاعت طلب کرو' اللہ تمہیں شفاعت عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور جب وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے تو آپ کے پاس آتے...الخ" (النساء: 64)۔") ہمارے لیے ایسے اعلام (بڑے علماء) کی تقلید کافی ہے۔

سوال ۷: کیا رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد دعا میں جائز ہے؟

جواب: لغت میں "وسیلہ" اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی چیز تک پہنچا جائے اور اس کے ذریعے کسی کے قریب ہوا جاسکے۔اور شرع میں توسل وہ چیز ہے جس کے ذریعے اللہ سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچا جائے اور اس کے ذریعے اللہ عزوجل کا قرب حاصل کیا جائے' اچھے اعمال اور مقدس ذاتوں اور دیگر ہر اچھے کام کے ذریعے۔

اور یہ قرآن' سنت' سلف صالحین کے اقوال اور عمل سے ثابت اور مشروع ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عظیم کتاب میں دو مقامات پر "وسیلہ" کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلا مقام وہ ہے جہاں وہ اس کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو (المائدہ آیت نمبر: ۳۵)۔

اور دوسرا مقام یہ ہے کہ جس میں ان کی تعریف کی گئی جو لوگ اپنی دعا میں اس (اللہ) کا قرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ بناتے ہیں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾

ترجمہ : وہ مقبول بندے جن کی یہ کافر عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔[1]

اور کثیر احادیث میں نیک بندوں اور نیک اعمال کے ساتھ توسل کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے ایک حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث ہے جس میں ایک نابینا صحابی کا ذکر ہے کہ اللہ نے انہیں بینائی عطا فرمادی جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ نبی ﷺ کے وسیلے سے دعا کریں۔ اور ان احادیث میں سے ایک امام بخاری نے روایت کی ہے کہ "جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے حضرت عباس بن عبد المطلب کے وسیلے سے بارش کی دعا کی تو اللہ پاک نے بارش برسادی۔ بہر حال اسلاف کے اقوال وسیلے کے جواز اور استحباب کے بارے میں کثیر ہیں۔

تبرک، استمداد اور استعانت میں سے ہر ایک اللہ پاک کی طرف توسل کی انواع (اقسام) میں سے ہیں۔

سوال ۸ : اللہ کے بندوں سے استعانت و استمداد کا حکم کیا ہے اور ان اسباب کا کیا حکم ہے جو اللہ نے مخلوق کے لیے پیدا فرمائے ہیں، اور اس کے دلائل؟

جواب : استعانت اور استمداد[2] سہارا اور مدد کو طلب کرنا ہے۔ حقیقت میں سارا عالم اور اس کا ہر ذرہ اللہ سے ہر وقت اور ہر گھڑی مدد طلب کرتا ہے کیونکہ سب اللہ کی طرف محتاج ہیں اور اللہ کے قائم کیے ہوئے سے ہی قائم ہیں۔ اور اللہ کی سنت ہے عالم کو قائم رکھنا اور اس کی مدد کرنا، اور اس کی مدد ان اسباب کے ذریعے کرے جنہیں اس نے خود پیدا کیا ہے۔ للٰذا جس طرح ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہی حقیقی مددگار ہے، اسی طرح ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ ہی وہ اسباب پیدا فرمانے والا ہے جن پر یہ کائنات اور اس میں موجود ہر چیز قائم ہے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آ جائے اور وہ اسے فنا کر دے۔ تو جب کوئی مسلمان اللہ کی مخلوق میں سے کسی خلق سے مدد چاہتا ہے تو وہ مدد اپنے اس ایمان کے بعد طلب کرتا ہے کہ

---

[1] کفار کے بہت سے گروہ تھے۔ کوئی بتوں، اور دیوی، دیوتاؤں کو پوجتا تھا اور کوئی فرشتوں کو، یونہی عیسائی حضرت عیسیٰ کو، یونہی بہت سے لوگ ایسے ہی جنوں کو پوجتے تھے جو اسلام قبول کر چکے تھے لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہودیوں کا ایک گروہ حضرت عزیر کو ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اُن لوگوں کو شرم دلائی کہ اللہ کے سوا جن مقربین بارگاہِ الٰہی کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ تو خود اللہ عزوجل کی بارگاہ تک رسائی کیلئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے تاکہ جو سب سے زیادہ مقرب ہو اس کو وسیلہ بنائیں تو جب یہ مقربین بھی بارگاہِ الٰہی تک رسائی کیلئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور عذابِ الٰہی سے ڈرتے ہیں تو کافر انہیں کس طرح معبود سمجھتے ہیں۔

[2] استعانت عام ہے کسی سے بھی کی جاسکتی ہے اور استمداد خاص ہے اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ۔

اللہ عزوجل ہی حقیقی مددگار، خالق اور مالک ہے۔ اور یہ جس سے وہ مدد لے رہا ہے وہ محض سبب ہے نقصان کو دور کرنے اور نفع پہنچانے میں اس کے لیے کوئی تاثیر نہیں مگر اللہ کے حکم سے۔

مثال کے طور پر، جب کوئی مسلمان کسی بیماری کو دور کرنے کے لیے دوا لیتا ہے تو وہ کہتا ہے: "اللہ شفاء دینے والا ہے، بیماری دور کرنے کے لیے دوا کو بطورِ سبب اختیار کرنا کوئی بھی عقلمند شخص اس وقت تک نہیں جھٹلاتا جب تک وہ اسے محض ایک سبب سمجھے۔ تو اسی طرح جب بھی کوئی مسلمان اللہ کی پیدا کردہ مخلوقات میں سے کسی سبب کو اختیار کرے اور اس سے مدد اور امداد طلب کرے خواہ وہ انسان ہو یا کوئی اور چیز، ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس مسلمان کے بارے میں اچھا گمان رکھیں۔

اور استعانت، استمداد اور استغاثہ یہ سب قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔ اور جو اس کا منکر ہے تو وہ اپنے قول کے خلاف عمل کرتا ہے، کیونکہ ہر انسان اپنی پوری زندگی میں لوگوں، چیزوں اور آلات سے بہت سے معاملات میں مدد لیتا رہتا ہے۔ لہٰذا لوگوں سے استعانت سببِ مجازی ہے اور اللہ سے استعانت سببِ حقیقی ہے کیونکہ وہی ہو سبب کا خالق اور اسے وجود میں لانے والا ہے۔

قرآن پاک سے ثبوت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسروں کے ساتھ نیکی کے کاموں میں تعاون کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو اگر مسلمان کثیر کاموں میں باہمی تعاون کریں تو وہ مشرک نہیں ہوں گے تو کیسے وہ اپنے امور میں استعانت واستمداد کے ساتھ مشرک ہوں گے، کیا باہمی تعاون اور استعانت میں کوئی ایسا فرق ہے جو شرک کا سبب بنے؟

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے:

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ (29) هٰرُوْنَ اَخِي (30) اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ (31) وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ (32)

ترجمہ: اور میرے لیے میرے گھروالوں میں سے ایک وزیر کردے۔ میرے بھائی ہارون کو۔ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما۔ اور اسے میرے کام میں شریک کردے۔

تو یہاں اللہ کے نبی نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ ان کے بھائی ہارون کو ان کے کاموں میں معاون اور شریک بنائے۔ تو کیا یہ نبی کی اپنے بھائی سے استعانت واستمداد نہیں؟

اور اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کا یہ قول نقل کیا:

فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا

ترجمہ: تو تم میری مدد قوت کے ساتھ کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط رکاوٹ بنادوں گا۔

جہاں ذوالقرنین نے تُرک قوم سے ان کے قبائل، آلات واوزار سے مدد طلب کی تو انہوں نے مضبوط مستحکم رکاوٹ بنادی تا کہ یاجوج ماجوج کے حملوں کو روک سکیں۔ رکاوٹ بنانے کی استعانت دونوں اطراف سے تھی۔ پہلے ترک قوم کی استعانت ذوالقرنین سے پھر حضرت ذوالقرنین کی استعانت قوم سے اسباب کی تیاری کے لیے، اور حقیقت میں مدد تو رب ہی سے تھی۔

احدیث سے ثبوت:

نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔

پس دیکھو کہ کلام کس طرح حقیقت اور مجاز دونوں پر ایک ہی سیاق میں آیا ہے، جو کہ جامع کلام والے (نبی ﷺ) کا خاصہ ہے۔ چنانچہ اللہ کی مدد بندے کے لیے حقیقی ہے اور بندے کی مدد بندے کے لیے مجازی ہے، اس معنی میں کہ اللہ بندے کے لیے سبب پیدا کرتا ہے تا کہ وہ بندے کے لیے مددگار، پشت پناہ اور معاون بنے۔

نبی کریم ﷺ نے راستے کے حقوق کے بارے میں فرمایا: مصیبت زدہ کی مدد کرو اور بھٹکے ہوئے کو راہ دکھاؤ۔

تو یہاں استغاثہ کی نسبت بندے کی طرف ہے تو معلوم ہوا کہ مستحب ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اور اس باب میں کثیر احادیث اور دلائل اور کثیر علماء کے اقوال ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

سوال ۹: تبرک کا حکم اور اس کے دلائل کیا ہیں؟

جواب: